

قربانی کے مسائل

مولانا عبدالرزاق - (المبلغ بلوچی)

قربانی کس پر واجب ہے - جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہو یا جس کے پاس ساڑھے پانچ تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہو یا حتی قیمت کا مال تجارت ہو یا فاضل سامان بڑا ہو اس پر قربانی اور صدقہ فطر واجب ہو جائے ہیں بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جس پر زکوٰۃ فرض نہیں اس پر قربانی بھی واجب نہیں۔ بات صحیح نہیں ہے، یوں کہنا تو درست ہے کہ جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے

یعنی، بھینسا، دنبہ، اونٹنی کی قربانی ہو سکتی ہے ان کے علاوہ کسی جانور کی قربانی درست نہیں اگرچہ کتنا زیادہ قیمتی ہو اور رکھانے میں جس قدر بھی مرغوب ہو، لہذا ہرن کی قربانی نہیں ہو سکتی، اسی طرح دوسرے حلال جنگلی جانور قربانی میں ذبح نہیں کئے جاسکتے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱- گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی میں سات حصے ہو سکتے ہیں یعنی ان میں سے ایک جانور سے سات قربانیاں ہو سکتی ہیں تو ایک ہی آدمی ایک گائے کے کراچے گھر کے آدمیوں کے دیکھ بھلنے سے ان کا کوئی بن کر سات حصے تجویز کر کے ذبح کر دے یا نفلت گھروں کے آبی ایک با دو دو حصے کر سات پورے کر لیں، مگر شرط یہ ہے کہ پختہ شریک ہوں ہر ایک کی نیت قربانی کی ہو یا کسی نے عقد کے لئے ایک دو حصے لئے ہوں چونکہ عقیدہ میں بھی التذریٰ زادہ فریج وغیرہ اگر فاضل سامان ساڑھے پانچ تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہو جاتی ہے لیکن زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی، ایک فرق اور بھی ہے وہ یہ کہ زکوٰۃ کا دارا کرنا اس وقت فرض ہوتا ہے جب نصاب پر جانے کے اعتبار سے بارہ تیسے چھترائیں اور قربانی واجب ہونے کے لئے قربانی کی تاریخ آنے سے پہلے چوتیس گھنٹے گزرا بھی ضروری نہیں ہے، اگر کسی کے پاس تقریباً نو سو تاریخ کو جس کے بعد وقت ایسا مال یا جس کے ہونے سے قربانی واجب ہو جاتی ہے اور وہ کل مبلغ تک اس کی ملکیت میں بھی رہا ہو اس پر قربانی واجب ہو جاگی اس سے معلوم ہوا کہ جو بھی صاحب نصاب ہوں پر قربانی واجب ہے اور ہر ایک کی ملکیت چھترے دیکھی جائے گی اگر کسی گھر میں باپ، بیٹے، بیٹوں کی ماں، ہر ایک کی ملکیت میں اس مال ہو جس پر قربانی واجب ہوتی ہے تو ہر ایک پر علمیہ و غیر علمیہ قربانی واجب ہوگی، البتہ تابع کی طرف سے کسی حال میں قربانی کرنا لازم نہیں عورتوں کے پاس عموماً اتنا زبور ہوتا ہے جس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

قربانی کے جانور

قربانی کے جانور بڑا مقرر کیا گئے ہیں، بھینسا، اونٹ، اونٹنی، بکرا، بکری،

مسئلہ ۱- اگر جانور کا فروخت کرنے والا وہی عمر بتانے اور ظاہری حالات سے اس کے سائے کا نکتہ نہیں ہوتی تو اس پر نکتہ کرنا جائز ہے۔ (عالمگیری) کیسے جانور کی قربانی درست ہے چونکہ قربانی کا جانور بارگاہ خداوندی میں پیش کیا جائے اس لئے بہت عمدہ موٹا نازہ صحیح سالم حیوان سے بک کرنا ضروری ہے، حضرت سلیٰ کا ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حکم دیا کہ قربانی کے جانور کا کھانا، خوب اسی طرح دیکھیں اور ایسے جانور کی قربانی نہ کریں جس کے کان کا پھلھا صاف بالکل نکلا ہو اور نالی سے جانور کی قربانی کریں جس کا کان چیرا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔ (رواہ الترمذی)

اور حضرت برابن عازب کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قربانی میں کیسے جانوروں سے پرہیز کیا جائے آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو قسمت کے ساتھ جانور کے جانوروں پر پرہیز کرو۔

۱- العوراء البین طلعہا، یعنی وہ نکتہ والا جانور جس کا نکتہ ابھرا ہو۔
۲- والعوراء البین عورھا۔ یعنی وہ جانور جس کا کان ابھرا ہو۔
۳- والمریضۃ البین مریضہ۔ یعنی ایسا جانور جس کا مرض ظاہر ہو۔
۴- والعجفاء التي لا تنضحی۔ یعنی ایسا جانور جس کی بڑوں میں دھنگ گویا نہ رہا ہو۔ (رواہ ابوالقاسم الترمذی و ابوداؤد وغیرہ)

حضرات فقہاء کرام نے ان اماریت کی تفسیر فرمائی ہے کہ جو جانور بالکل اٹھا ہو یا بالکل کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی ہوتی ہو اس سے زیادہ روشنی جانی، ہی ہر ایک کان کا تہائی حصہ یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دم گئی ہو یا اس کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ کٹ گیا ہو یا اتنا بجا جانور ہو کہ اس کی بڑوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی جائز نہیں اگر جانور دبا ہو مگر اتنا زیادہ دبا نہ ہو کہ اس کی قربانی ہو جائے گی۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱- جو جانور کہاں لٹے گا جو موتے یا نہ جانور کی قربانی میں مانے، ان کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے گھونٹی چیت کا جانور اختیار کرنا ناجائز ہے اور ناشکر ہی بھی۔

مسئلہ ۱- جانور ذبح پاؤں پر چلتا ہے اور جو جانور پاؤں لٹکتا ہے یا جو جانور پاؤں لٹکتا ہو تو اس سے چل نہیں سکتا، یعنی چلنے میں اس سے کچھ سہا ل نہیں لیتا تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، پاؤں سے چلتا ہے لیکن پاؤں میں کچھ لٹکتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ (مشائ)

مسئلہ ۱- جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر دانت نہ ہوں لیکن جو بھی باقی ہیں وہ بالکل صحیح ہوں گے۔

دانتوں سے زیادہ ہیں تو اس کی قربانی درست ہے (مسئلہ) ۱- اگر کسی جانور کے پیرائش ہی سے کان نہیں تو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر دونوں کان میں اور صحیح سالم ہیں لیکن ذرا جوتے جوتے ہیں تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱- جس جانور کے پیرائش ہی سے بیگ نہیں لیکن عمر اتنی ہو چکی ہے یعنی عمر قربانی کے جانور کی ہوتی لازم ہے تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر بیگ نکل آئے تھے اور ان میں ایک یا دونوں کھوٹ گئے تو ان کی بھی قربانی ہو سکتی ہے ہاں اگر بالکل جوتے جوتے گئے اور اندکی بیگ بھی ختم ہو گئی تو اس کی قربانی درست نہیں۔ (مشائ)

مسئلہ ۱- نسی جانور کی قربانی نہ صرف یہ کہ درست ہے بلکہ افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت اچھا ہوتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسے جانوروں کی قربانی کی ہے۔ فقہ روی ابوداؤد وغیرہ عن جابر بن عبد اللہ عنہ قال ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کثیرین اقربین املحین موجود ہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱- اگر ماہ جانور کی قربانی کی اور اس کے پیرائش میں کچھ نکتہ آیت بھی قربانی ہو گئی اگر وہ پیچہ زندہ ہے تو اس کو بھی ذبح کر دے۔ (مشائ)

مسئلہ ۱- اگر قربانی کا جانور خرید لیا پھر اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں ہوتی تو اس کے بدلہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے، ہاں اگر وہ عیب آدمی ہو تو قربانی واجب نہیں ہی تو اس کی قربانی کر دے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱- کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے جانور خرید لیا تو اب اس میں عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں ہوتی تو اس کے بدلہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے، ہاں اگر وہ عیب آدمی ہو تو قربانی واجب نہیں ہی تو اس کی قربانی کر دے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱- کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے جانور خرید لیا تو اب اس میں عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں ہوتی تو اس کے بدلہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے، ہاں اگر وہ عیب آدمی ہو تو قربانی واجب نہیں ہی تو اس کی قربانی کر دے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱- بارہویں تاریخ کا سورج ڈوبنے سے پہلے قربانی کر لینا درست ہے جب سورج ڈوب گیا تو اب قربانی کرنا درست نہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱- دسویں سے بارہویں تک جب چاہے قربانی کرے چاہے دن میں، چاہے رات، لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کڑیا کوئی رنگ نہ لگے اور قربانی نہ ہو اور اگر خوب زیادہ روشنی ہو جیسا کہ سورج میں لگی ہوئی ہے تو اس کی قربانی

سریہ مست
مولانا امین اللہ ندوی
نائب ناظم مدیۃ العلماء

ادارۃ تحریک
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت
مولانا نذیر حسیفی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبدالحق ندوی
مولانا محمد رمضان ندوی
ڈاکٹر مبارک دین رشیدی

خط و کتابت
دستی آرڈر کارڈ
مینجمنٹ سروسز
مدیۃ العلماء، ٹھکانہ 226007 (پونہ)

زینت کارون ملک
سالانہ پیماس روپے ۵۰/-
فی شمارہ ۲/۵

بیردون ملک فضائی ڈاک
ایشیائی یورپی - افریقی دامر کی ممالک
۲۵/۵ ڈالر

بیردون ملک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ۱۰/۵ ڈالر
نوٹ

ڈرافٹ سکرپٹری مجلس صحافت و نشریات
لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر
تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔



اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین دادر کا یہ تمام مددہ علماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا ہے تو سالانہ چندہ مبلغ پیماس روپے بذریعہ دستی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ چندہ یا خط بھیجئے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا ضروری ہے، زیادہ دیکھنے کی ضرورت جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی مزاحمت دستی آرڈر کو بھی پر ضرور کرنی اور اگر جدید خریداری ہو تو بھی ضروری ہے۔

تعمیر حیات

مجلت صحافت و نشریات، دارالعلماء، پونہ، پاکستان

جلد ۲۸، جون ۱۹۹۱ء مطابق ۲۶ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ شمارہ



مولانا عبداللہ عبداللہ عبداللہ عبداللہ

آیات الہیہ سے گریز

ایمتھا تکونوا یکدر کک الموت ولو کنتم فی بروج مشک یکده، (ترجمہ) یہ موت تو تمہیں اگر ہے گی عواہر ستم قسم کے فتنوں میں رہو۔ جب وقت آگیا، اور جس طرح، جس حال میں روح قبض ہونا لگتا تھا، وہ ہو کر رہا اسی حالت میں میللا (فلپائن) کے ایک بڑے ہول میں آگ لگی، محرمے دھوئیں سے بھر گئے، بیویں آدمی گھٹ کر گئے، اور ایک شخص لڑائی ٹھہر گئی سے پھلنا لگ گئی، چھ منزل اوپر سے گری اور بج گئی، مرنے والوں پر کوئی تعجب نہیں ہوا، زندہ بیٹے والوں پر سب کو حیرت ہوئی، امریکہ کے صدر جان کفنیڈی گولی سے مارے گئے، اور کئی شکر پر مارے گئے، جس کے ایچ ایچ کو مبینہ بھریپٹل سے حفاظتی دستوں کے ماہرین اور انجینئرس کے اعلیٰ حکام نے اپنی حفاظت میں رکھا تھا۔

سعودی عرب کے بادشاہ اور وحدت اسلامی کی اذان دینے والے فیصل بن عبدالعزیز کا جب وقت آیا تو اکثر دنک دروازوں کا مڑ دیا اور نہ قصر شاہی کے سب دربان کام آئے، اپنا ہی بھیجتا اٹھا اور کام تمام کر گیا۔

اور ابھی تازہ خون ہندوستان کے سابق وزیر اعظم راجیو گاندھی کا ہوا، ان کی حفاظت کے جو بندوبست تھے اس کا ہم عوام اندازہ بھی نہیں کر سکتے جہاں ہلاک ہوئے وہاں بھی بڑی تعداد میں محافظین موجود تھے جن میں آٹھ یا دس اسی موقع پر ہلاک ہوئے، جان کے دامن بائیں، آگے پیچھے پوزیشن سنبھالے ہوئے تھے، خود وہ ہمیشہ بلٹ پروٹ رہا کرتے تھے، جب وزیر اعظم تھے تو کہا جاتا تھا کہ تمہارا کی حفاظت پر کروڑوں کا خرچ ہوتا تھا، سٹیشن میں صرف پانچ گھنٹوں کے لئے جب گھنٹوں آتے تو تین روز پہلے سے یونیورسٹی اور طبی ادارے بند کر دیتے گئے اور جس روز ان کی آمد تھی اس کے انتظامات تو شاید وہاں ہی ہوتے تھے، ان کے شہر کی ناک بندی کر دی گئی، خشکی کے تمام راستے بند تھے، اس روز حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ہاشمی نے ان کے دورے میں شہر سے نذرینہ کا لکھنؤ آئے تھے، مگر شہر کے اندر داخلہ پر پابندی تھی، واقف کار ڈراموں سے بڑی مشکوک سے بہت دور کے راستے نکلے جس میں چار پانچ گھنٹے سے زیادہ صرف ہوئے، اور آنجنابی اس شان سے آئے کہ حضرت محفل پارک میں عمومی جلسہ تھا ڈائریس اور عوام کے درمیان اتنا فاصلہ رہتا ہے کہ ان کی نشست گاؤں سے کوئی براہ راست کوئی حد نہ ہو سکے اور ان نشست گاہوں کی ترتیب بھی ایسی کی جاتی ہے کہ پہلے درمیان اپنے ہی آدمی ہوتے ہیں، جب وزیر اعظم نہیں ہے اس وقت بھی ان کی حفاظت کا پورا انتظام تھا چھترے واقعہ ہے کہ ۱۹۹۱ء میں ایک جلسہ خاص پیام انسانیت کا ہوا، جس میں اس وقت کے وزیر داخلہ مفتی محمد سعید، آندھرا اور بہار کے گورنر اور ایک سابق گورنر، گاندھی کے پوتے اور متعدد ملک کے نامور شریک تھے، وہاں راجیو گاندھی بھی آئے والے تھے، مگر آئے نہیں تھے، لیکن چونکہ ان کی آمد متوقع تھی پوسٹل انتظامات کر رکھے تھے، ان کا ایک شیش سے ایک ایک کر کے گوا چھایا گیا، شرکاء اور مشتعلین کے نام دیا گئے، آؤ بڑا جیس تو ہمارے آپ کے علم میں، ان بڑے لوگوں کے زاپٹے سہرستہ کیا کیا ہوتے ہیں، اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جی میٹر راجیو گاندھی کے چھترے موجودہ وزیر اعظم کی حمایت سے ہاتھ اس لئے اٹھا لیا تھا کہ بقول ان کے حکومت ہند نے ان پر خفیہ پولیس مشاہدی تھی، کس لئے یہ پولیس تعینات کی گئی، اور کیا لازمت جو معلوم کرنا چاہتے تھے یہ سب صیغہ راز میں ہے، بہر حال وقت آگیا تو انہیں جاساک اور ڈسٹر فٹ لکھو کھو کھو صوفی "ان کے چھترے اڑائے" کا منظر دیکھ لیا۔

اس انورسٹاٹک واقعہ ہلاکت سے پہلے آنجنابی نے وائس آف امریکہ کے نمائندے کو ایک ٹیپوں لکھی تھی جس میں یہ ظاہر کیا تھا کہ انہو قلبی یقین ہے کہ وہ نئی حکومت تشکیل دیں گے، ان کی طاقت کے بعد ۲۲ مئی کو شام کو امریکہ ریڈیو کی اردو سروس سے ان پر ایک فیچر پروگرام نشر کیا تھا، جس میں بتایا گیا کہ ریڈیو کے نمائندہ کا بیان ہے کہ راجیو گاندھی نکلے نکلے سے نظر آئے تھے، چہرہ پر دردم تھا، اور ٹھکانے سے نکلنے کے وقت فریادیں تھے، کہتے تھے دن رات میں ۲۳۔ ۲۲ گھنٹے کام کرتا ہوں، لکھنے کی میز پر بیٹھ کر لکھتا ہوں، کھانا نصیب نہیں ہے، کبھی کبھی کھانا

راجپوتگانہ کی قسطنطنیہ

ایک قابل توجہ واقعہ

(مولانا) محمد رابع حسنی ندوی
صدر شعبہ عربی ادب و علوم، مدرسہ اسلامیہ، لاہور

راجپوتگانہ کی قسطنطنیہ ہندوستان کے حکمران خاندان کا دوسرا درناک قتل ہے اور اگر اس میں راجپوتگانہ کی بھائی کے گاندھی کی ہلاکتی حادثہ جس میں ان کی موت واقع ہوئی تھی اس کو لیا جائے تو اس خاندان کا جو آزادی کے حصول کے روز سے حکومت کر رہا ہے، اس آخری دس سال کے اندر تیسرا درناک اور ملک سیاست پر لگے اثر ڈالنے والا حادثہ ہے۔ قتل میں اپنے والوں کے حادثات قتل، اپنے اندر انسانی پہلو رکھنے کے ساتھ سیاسی پہلو بھی رکھتے ہیں، انسانی زندگیوں کا ہولناک حلقہ سے ختم ہونا، ہر انسانی درد رکھنے والے دل میں افسوس و ہمدردی کا جذبہ ابھارتا ہے، اسی کے ساتھ دنیا کی بے ثباتی اور بھی ظاہر کر کے اور اقتدار میں رہنے والے اشخاص کے لئے حکومت و اقتدار کے اعتبار سے، ناپائیداری بلکہ خطرناکی کا بھی پتہ دیتا ہے۔ یہ بات کم از کم راجپوتگانہ کے لئے اور بھی زیادہ صحیح ہے، وہ صرف دس سال قبل سکون، راحت اور اطمینان کا ساتھ اپنی پالٹ کی ملازمت اور اپنی پسند کی اہلیہ کی رفاقت میں زندگی گزار رہے تھے اور سیاست میں اپنے بھائی کے حادثہ موت کے بعد اپنی ماہر سیاستدان والدہ اندرا گاندھی کے تقاضے سے داخل ہوئے تھے سیاست میں آنے کے بعد ان کو بھی سیاسی طبع آزادی کا طریقہ اختیار کرنا پڑا اور دس سالہ مدت میں اپنی والدہ کے قتل اور مختلف سیاسی تبدیلیوں کے بعد اپنے بعض پیارے ساتھیوں کے ہاتھوں دہشت گردی کی کا نشانہ بن جانا پڑا، ہندوستان کے دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہونے پر ہندوستان کو فخر رہا ہے لیکن یہاں چند سالوں سے سیاسی مروج پرستی کے ساتھ ساتھ تشدد و ذوق پرستی کا جو درد ہوا ہے وہ جمہوریت کے جوئی کو پوری طرح داغدار بنا دیا ہے اور سیاسی قتل کے یہ واقعات ہیں بظاہر اور بھی ہیبت ناک بنائے گئے ہیں۔

ہندوستان کے دشمنوں، سیاست دانوں اور مسیحیوں کی ہمت پریشانیوں کو فرو کرنا چاہیے کیلئے بگاڑی بنیادیں رکھیں اور واقعات میں سب کا نتیجہ ہوتے ہیں، ان واقعات سے ان کو شرکے حادثات کی طرح سمجھ کر لیا جائے۔

ہندوستان کے دشمنوں، سیاست دانوں اور مسیحیوں کی ہمت پریشانیوں کو فرو کرنا چاہیے کیلئے بگاڑی بنیادیں رکھیں اور واقعات میں سب کا نتیجہ ہوتے ہیں، ان واقعات سے ان کو شرکے حادثات کی طرح سمجھ کر لیا جائے۔

حکومت کے لئے سرکاری خزانہ میں بڑا بار ڈروا پڑا، لیکن دہشت گردی کے واقعات سے نہ بچ سکے، اب ضرورت ہے کہ لوگ بھی ہندوستان کی مسند اقتدار پر کھنٹیں، وہ اس واقعے سے سبق لیں، کیونکہ یہ آزاد ہندوستان کا پہلا واقعہ نہیں ہے، ان کو چاہئے کہ دہشت گردی کے نتیجے میں احساسات و جذبات ہوسکتے ہیں ان کی اہمیت کو بھی محسوس کریں اور ان احساسات و جذبات میں مزید جان بوجھ کر اس کی فکر کریں تاکہ ملک میں صحیح پتہ پیدا ہونے میں مدد ملے، اور یہ ملک قسطنطنیہ سے بچ سکے جس کے لگا کر اس کی طرف بگھڑنے سے یہ بڑھ رہا تھا

راجپوتگانہ کی قسطنطنیہ کی صورت میں اس چاکلے میں آجکلے والے حادثہ سے کالگریس پر اور ملک کی سیاست پر جو اثر پڑے گا۔ اس کی روشنی میں سوچنا چاہئے اور اس کی مخالفت پارٹیوں کو کیا فائدہ پہنچے گا اور کیا نقصان اس کو اب انتخابات کے نتائج ہی بتا سکیں گے، نیز اس واقعے سے اور اس پر پس منظر میں جو حالات میں ان کے نتیجے میں آئندہ ملک کا جو نقشہ ابھر سکتا ہے، وہ دانشوروں کے دلوں میں یقیناً نشوونما کا باعث ہے۔

مولوی سید حبیب اللہ پھولاردی کی وفات
یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ جناب مولانا صاحب اللہ عباس ندوی ممتاز تعلیمات ندوۃ العمار کے بڑے باحق مولوی سید حبیب اللہ پھولاردی کا ۲۳ مئی کو شہر گیا میں انتقال ہو گیا۔ مرحوم کو ماہ سے طویل تھے، ایک عرصہ تک بیمار تھے، اور کئی سال پہلے ریشٹریڈ ہو کر گیا میں مقیم تھے۔ مرحوم اسلامی سیرت و اخلاق کا تونہ تھے۔ ناظرین سے دہلے مغفرت کی درخواست ہے۔

مولانا عبدالجبار اصلاحی ندوی شہید کر دیئے گئے
ایک افسوسناک اطلاع کے مطابق درمہ اصلاح سلسلے میں گرفتار گئے کے صدر مدرس اور ممتاز عالم دین مولانا عبدالجبار اصلاحی ندوی کو شہید کر کے ایک گروہ نے شہید کر دیا۔ واقعہ یوں بتایا جاتا ہے کہ مولانا ایک بار ان کے ہمراہ جاکے تھے اور کامیں سوار تھے عظیم گروہ کی توجیح تعداد تھی، پیداری نہیں ملی، وہ ان کی پارٹی اقتدار پر قرار دیکھی، لیکن پنجاب اور تامل علیڈے دہشت گردی کے پورے اثر میں شہید ہوئے، مولانا باری طرح زخمی ہوئے اور آخر کار شہید ہو گئے۔ تاثرین تمیریت سے جمہوری ذہن نے لکھے والے اور انسانیت دوست دعا مغفرت کی درخواست ہے۔

حلیجی جنگ کے بعد... امت اسلامیہ کا مستقبل

چند ہی دنوں میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے خا میاں جن کا دور ناخوشی ہے

وہ اہم مقالہ جو فائدہ مند ہے، ہر میں متفق ہونے والی اس کا لفظوں کے لئے لکھا گیا جو تینوں اسلامیہ کی مجلس اعلیٰ اور وزارت اوقاف حکومت مصر نے اپریل ۱۹۶۶ء کی ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ اور ۳۲ تاریخ میں بلائی تھی، اور اس میں بی بی بی بی بی کی جنگ اور اس سے پیدا شدہ حالات و نتائج کا حقیقت پسندانہ اور مفید جائزہ لیا گیا ہے اور مسلم قیادتوں اور ذمہ داروں کو بہت تازہ و جزائز اندازہ مشورہ دیا گیا ہے۔ ترجمہ مولانا عبدالجبار اصلاحی ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء

حضرات!
خلیجی جنگ کے بعد امت اسلامیہ کا مستقبل کے موضوع پر منعقد ہونے والے اجتماع بروقت بھی ہے اور یہ عمل بھی بروقت اس لئے کر رہے ہیں اور لاعلم جنگ ابھی ختم ہوئی ہے اس کے اسرار کھل رہے ہیں اور نتائج سامنے آرہے ہیں نہ تو اس کا کوئی جائزہ اور مفصل سبب تھا، اس کے ممکنہ نتائج و عواقب کو سامنے رکھا گیا تھا، اس کو ایک جھوٹا نہ جنت حصول قیادت و عظمت کا جنون یا جنگی دائمی دورہ (HYSTERIA) ہی قرار دیا جا سکتا ہے اور شخصی و انفرادی قیادتوں، سطوت و اقتدار کے جذبے بڑھے ہوئے شوق اور نخوت و غرور کے مظاہروں کی تاریخ میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں، میں اس طرح کے قارئین کی ہر دست پیش کر کے اور ان کے زمان و مکان کی تفصیلات بیان کر کے اس محترم و مؤثر مجلس پر چھائی ہوئی سجدہ گزار اور ناشکی کو نہ جرح کرنا چاہتا ہوں اور نہ معزز حاضرین کی کبیرگی کا خاطر کاسبب بننا چاہتا ہوں، جن میں عالم عربی و اسلامی کے قابل احترام علماء، اصحاب فکر و نظر، سیاست و انتظامیہ کے ممتاز ترین افراد شامل ہیں، بڑے افسوس اور معذرت کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کی شاندار اور طویل تاریخ بھی اس طرح کے ہم جو افراد سے لگے زیادہ صحیح الفاظ میں اس طرح کے سیاسی قرار بازوں سے خالی نہیں رہی حالانکہ اسلام کے پاکیزہ پیغام، اس کی حکیمانہ تعلیمات اس کے عظیم مقاصد اور بلند مہیاں کی روشنی میں بجا طور پر یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ اسلامی تاریخ اس طرح کی نامناسب مثالوں اور فاسد نمونوں سے خالی ہو لیکن انسانی فطرت اپنا کام کرتی ہے وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے خاص طور سے ایسی صورت میں جہاں صحیح طاقتور اور مؤثر تربیت کا فقدان ہو یا اجتماعی و دینی خضاب کا شعور و احساس نہ ہو یا رب العالمین و "ارجمت الراحمین" خانہ کا ثبات پر ایمان رکھنے والا قلب و ضمیر موجود نہ ہو اور اخوت کا قوت نہ ہو جہاں ہر انسان سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا خواہ اس کا مزہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اور اس کا دائرہ اثر و نفوذ کتنا ہی وسیع کیوں نہ ہو۔

بہر حال اب جنگ کے بادل اگر چھٹ چکے ہیں اور ہندوستانی و دیگر مریخ مرطوخت ہو چکا ہے، جس میں زیادہ دنوں تک باقی رہنے کی صلاحیت بھی نہیں تھی ندوی اشیا سے "اصول جینیت" سے اور عقل و حقیقت پسندی کی روش سے اور اب اگرچہ حال اپنی راہ پر گئے ہیں اور جن خدوا کو مل گیا ہے لیکن دعوت اسلامی اور تحریک پیام انسانیت کے ایک کارکن کی حیثیت سے، وہ بھی ہندوستان جیسے حساس ملک اور نازک و پیچیدہ حالات میں جہاں اکثر فرقہ وارانہ فسادات ہوتے رہتے ہیں اور انسانی جاں ضائع ہوتی رہتی ہیں یہ کہنے ہوئے میرا دل رنج و غم سے بھر رہا ہے اور کبھی بھٹا جا رہا ہے کہ اس جنگ نے اسلام کی شہرت کو کھٹ نقصان پہنچا یا اس سے ہم سب سے عظیم و نمایاں دین ہے جو انسانیت کے احترام اور جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی دعوت دیتا ہے، ایسے موجود پر ایمان رکھنا ہے جو رب العالمین ہے اور یہ نبی کا یہ وارث ہے جو رحمت اللعالمین ہے، ایسے دین کی شہرت و عظمت کو اس جنگ نے اتنا نقصان پہنچا ہے کہ تاریخ میں ایک مرتبہ سے اس کی مثال نہیں ملتی، تاریخ کے ایک طالب علم اور مصنف کی دعا مغفرت کی درخواست ہے۔

کروا ہے اور اس کو بہترین بنانا ہے کہ انتہائی نازک اور خطرناک گھڑی میں اور صحیحاً کہ قرآن میں آیا ہے۔
إِنَّا نَحْنُ الْقَائِمُونَ الْقَائِمُونَ
عَنْ مَسْئَلَةِ رَاقِي
(تفسیر: ۲۶-۲۷) "اگرچہ تم لوگ گمراہ ہو گئے" ایسے وقت میں اسلام کی عظمت و شرف اور عقائد اسلام کی حفاظت کے لئے فیصلہ کن اور قائم ماندہ کردار اکرے، کم از کم تا جہاں میں دوبار ضروری ہو جائے، ان کی طرف مختصر اشارہ کرنا ضروری ہے۔
پہلا موقع تو وہ ہے جب کہ یورپ کے صلیبی عیسائی اپنے بادشاہوں، فوجی سرداروں اور جوش اور فریادوں میں سپاہیوں کے ساتھ اور بے نظریہ و ارادہ کے ساتھ عالم اسلام پر ٹوٹ پڑے، ان کے عزائم تھے کہ جزیرہ نما عرب اور عربین شریفین پر قبضہ کر لیں وہاں سے اسلام کے آثار و نشانات مٹا دیں، اور ان عقائد کی توہین کے مرتکب ہوں جن پر مسلمان اپنی جان اپنا مال، اپنی عزت اور اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کرنے پر تیار رہتے ہیں، اس عمل اور اس کی وجہ سے عالم اسلام کو لاجن خطرات کے سلسلے میں ہم ایک صاحب اختصاص مغربی مصنف اسٹیبلین لیون (STANLEY LEANPOOLE) کی شہادت پیش کرنا چاہئے ہے، وہ اپنی مشہور کتاب "صلاح الدین" SALADIN میں لکھتا ہے:-
"میں نے یہاں تک میں اس طرح جیسے کوئی پرائی گولی میں پتھر ٹوٹے پتھر کی دیکھ کر بھی معلوم ہونے لگا، درخت اسلام کے تنے کو کچھ کر اس کی بھیجیاں اڑا دیں گے"
اس موقع پر عظیم و قدیر کار ساز عالم کا یہ فیصلہ سامنے آیا کہ مسلمانوں کا قبلاؤں اور بیت المقدس اور فلسطین کے قبضے میں رہنے کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں رجب ۵۸۳ھ (۱۱۸۴ء) میں اسلام اور مسلمانوں کو واپس لے صلاح الدین، الملک العادل نور الدین زنگی کے پر سالار اور ان کی طرف سے مصر کے حاکم تھے، اس طرح عظیم کار نامہ اور شاندار فتح کے ساتھ مصر کا قبضہ کرنے والے اور اپنے بزرگوار اور فضیلت صلاح الدین کی صورت میں ہر ہی قیادت کے حصے آئی ظاہر ہے کہ اس نے اللہ کی مدد کے ساتھ مصر کے بادشاہ سلطان مجاہدین کے دربار پر کار نامہ انجام دیا، لیون لیون لکھتا ہے:-
"نور الدین سلطان تمام کے پر سالار سلطان الدین کا روپ پر قابض ہوا چاہتا تھا، یہ کھتا تھا کہ یہ ایک مملکت ایک ہی مملکت کو کا کہہ سکتا ہے، لیکن وہ دونوں طرف سے وہ دیکھا اور دونوں طرف سے چھوڑنے کی خواہش تھی وہ ایک ہی طاقت کے دو لشکر تھے، ذمہ دار اور سکندر کی بزرگاریوں پر قابض ہونے والے مسلمانوں کا قبضہ ایک بڑی بڑی اور نوجوان مصر کے صلیبوں کا قتل یورپ سے منتقل کر گیا۔
سلطان صلاح الدین خود اس کا اعتراض کرتے تھے کہ اس کار نامہ میں مصر کا ہم حصہ ہے ایک مرتبہ انھوں نے کہا:-
"جب خدا نے مجھے مصر دیا تو میں مجھ کا غلط نہیں کرتا، وہ غلطی نہیں دوسرا موقع ماقبض ہدی میری ہی عالم اسلام پر تیار آری یروش کا ہے، یہ یروش عالم اسلام کے لئے ایک بلا ہے، یہ بھی جس سے دینے اسلام کی جو سب سے بڑی مسلمان جمہوریت و شہزادے تھے، ایک سر سے دوسرے سر تک یکساں اور یاس کا عالم طاری تھا، تیاروں کو ایک بلا ہے، وہاں بھگا جاتا تھا، ان کا مقابلہ ناممکن اور ان کی شکست ناقابل قیاس تھی، یاس کا بھی جس کا مرتبہ اصل کے طور پر بفرہ مشہور تھا، اذ اقبل لہذا، انت التوا انھو موافقہ سے قی" - دارقم سے کہا جائے کہ تیاروں کو شکست ہوئی ہے تو یقین نہ کرنا۔
اس نازک موقع پر صلیبی حملوں سے بھی زیادہ خطرناک تھا، مسلمان بادشاہ کوکتیس اور قیادین تیاروں کا ٹھکانہ کرنے کے لئے سامنے نہیں آئے، انھوں نے تیاروں کی غلبہ و استیلاء کو نقد کرنا فیصلہ اور غلاب الہی بھگے رکھا تھا، اس موقع پر

بعث پارٹی - رسوائیوں کے کتبہ میں

نذرنا محفوظ ندوی ازہری

۳۔ مثل شہور ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، بعث پارٹی کا پورا دلچسپی نے اس استعماری کینٹوں نے جو کہ راداراد کیا تھا اس کا یہ نظری اور لازمی نتیجہ سامنے آتا ہے جسے پارٹی کے قائدین اور قائدین کے آگے کار رسوائیوں کے دل دل میں چھین چھین کر اعلیٰ اور سیاسی شکست و ریخت کے ساتھ ساتھ انسانی قدروں کی جس طرح پامالی اور رسوائی ہوئی اس کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، خصوصاً عہدناہری اور حافظ الاسد اور صدام کے کارناموں پر تفصیل سے تمار باتیں سامنے آئیں۔ ہم یہاں بعث پارٹی کے بنیادی ارکان اکثر سماجی اجماعی اور ڈاکٹر حفیظ روزانی شہداء پیش کرنا چاہتے ہیں، دونوں نے پارٹی کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا تھا اول الذکر پیرس میں شامی حکومت کے سفر بھی چکے ہیں لیکن بعد میں دونوں ہی پارٹی سے الگ ہو گئے۔

ڈاکٹر سماجی اجماعی بعث پارٹی پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "پارٹی سیاسی سطح پر جس تیزی سے ابھری تھی اسی تیزی کے ساتھ وہ رسوا بھی ہو گئی، ہمارے نزدیک پارٹی کا وجود حاصل ہے، کار اس کی قیادت استعماری طاقتوں کا کھلونا اور اس کا نکر چوں چوں کہ یہ ہو کر رہ گئی ہیں، ہمیں معلوم کہ یہ پارٹی ایک بڑھاپے پر یا نازی ازم کی روح سے متاثر اور بدست یعنی مطلق العنان ظلم ہیں، وہ سب کے سب احتیاط و پستی اور ذلت کی آخری عمارت ہیں۔ یعنی ہونا ایک تہمت اور عمار کے مراد ہے، لوگ خالق اڑاتے ہیں، عقائد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ عجیب سا نسخہ ہے کہ ہم لوگوں نے جب قوم پرستی کو مضبوط و مستحکم کرنے کی غرض سے پارٹی کو قائم کیا تھا، لیکن اصل مقصد کی خدمت کے بجائے ہم اپنا سارا وقت اور تمام بہترین صلاحیتیں دوسروں کے خلاف شکایت، جاسوسی اور سازشوں میں صرف کرتے ہیں، اپنے مخالفین کو بلا سبب قتل کرتے ہیں، عوام کے حقوق کی حفاظت کے بجائے ان پر ہر ڈاکو ڈالتے ہیں، ہم سے ہماری بد اعمالیوں کی بدولت غیر معمولی لغت کی جاتی ہے، ہمارا خیال تھا کہ اعلیٰ تہذیب و تمدن کا نذر ختم ہو گیا اور ہم نئی تہذیب کا

ظہری کی فونسی وزارت دفاع کو بطور جرمانہ ادا کر دیں، چنانچہ بڑی تعداد میں سنی فوجیوں نے فوجی زندگی سے اپنے کو بے دخل کر لیا، اس کا فائدہ علویوں اور نصیریوں کو چھو گیا لیکن یہ کام جسے پیانے پر پھونکنا ہوتا ہے، ہوا تھا اس لئے اخبارات اور سیاسی حلقوں میں اس کا چرچا ہونے لگا، حافظ الاسد نے بھی اپنے فوج کے لئے فوج میں اہم ردول ادا کیا۔

البعث پارٹی کی تشکیل و تاسیس میں مشیل علق اور اسوزی نے بنیادی کردار ادا کیا تھا، ان کی حقیقت کیا تھی، ان دونوں کے ذاتی رجحانات و خیالات پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سماجی اجماعی لکھتے ہیں: "پارٹی میں سماجی نصیری، دوسری مسلک کے لوگ غالب تھے"۔

ہم نے جب پارٹی کے دو مقتدر رہن ار اسوزی (علوی) اور مشیل علق (سماجی اجماعی) سے مذہبی مسائل پر بحث و مناظرہ کیا تو یہ انٹرا پارٹی کی فوجی قیادت نے ہمیں ہر مسلمانوں کے بجائے مسیحیوں کو آگے بڑھا کر تشویش کر دیا جن فوجی افسران کے اندر ذہنی و اسلامی رجحانات نظر آئے انہیں مختلف الزامات میں گرفتار کر کے جیل کے چالے کر دیا، دوسری طرف وزارت داخلہ، وزارت ثقافت و سائنس کے اہم اور حساس عہدوں پر مسیحیوں کو متعین کر دیا۔ اخبارات کو کھٹکے دل کرنے، فلمی صنعت ڈرامہ نویسی میں مسیحیوں کی زبردست حوصلہ افزائی کی گئی۔ یورپی ذرائع ابلاغ نے بھی مصر کی روشن خیالی اور ترقی پسندی کی تعریف کی دوسری طرف شامی فوج پر علوی، نصیری اور وزی، اور سنی گروہوں نے پورا قبضہ کر لیا اور سنیوں کو مختلف طریقوں سے اس اہم ادارے سے نکال باہر کیا، اس طرح وزارت داخلہ، دفاع، وزارت ثقافت و قومی رہنمائی جماعت و ذرائع ابلاغ اور مرکزی و صوبائی وزارتیں تعلیم و تربیت کے کلیدی مناصب پر یہ تمام گروہ سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق قابض و متصرف ہو گئے، اس معاملہ میں نصیری گروہ سے تعلق رکھنے والے دو جنرلوں صلاح حدید اور عمران نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان دونوں نے فوج میں زمین حاصل کرنے، ٹریننگ، ترقی، تبادلاً اور ریشازمنٹ کے معاملات میں اپنے گروہ علوی عناصر کے مفاد کا خصوصی خیال رکھا، جن جنرلوں کا تعلق سنیوں سے ہوتا ہے ان کو دشمن سے درحلب، حماہ، اور لاذقیہ بھیجا دیا جاتا، جو لوگ علوی گروہ سے تعلق رکھتے ان کو دمشق اور لاذقیہ جیسے حساس مقامات پر رکھا جاتا، فوجی ٹریننگ پر ماسٹرس جنرل کے ساتھ غیر معمولی سختی سے کام لیا جاتا تھا، ترقیب دی جاتی تھی کہ لازمی فوجی تربیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کچھ نقد رقم یا

اس بائیں اور رسوائیوں کا نامی کے بعد یہ پارٹی سرکاری سطح پر شام اور عراق میں باقی رہی۔ لیکن مصر و شام اور عراق میں ان ملکوں میں نتیجہ یہی نکلا کہ حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد جس دور رس تبدیلی کی توقع پارٹی سے کی جاتی تھی وہ بری طرح ناکام رہی، انفرادی اور جماعتی خواہشات نے تینوں ملکوں کی وزارت داخلہ کی صلاحیتوں اور اس کے اقتدار کو کم کرنے والے (خفیہ ملکوں) کو اپنے مخالفین کے کھیلنے کے لئے استعمال کیا۔

شہر لوں کی نقل و حرکت بول چال، تحریر و تقریر پر اثرات کی ملکوں کی طرح سخت پابندی عائد کر دی گئی۔ یہاں تک کہ ملک میں موجود دیگر ذہنی و سیاسی اور سماجی تحریکوں اور اداروں میں بھی پارٹی نے غیر ضروری مداخلت کا آغاز کر دیا، فوج کے چھوٹے سے طبقہ کے پہلے مصر میں فوج کے اندر، پھر شامی و عراقی فوج سے چن چن کر ذہنی عناصر کو فوج لکھے گیا۔ عیسائی، دوسری علوی، یہودی اور کیمونسٹ عناصر کو تار تار آگے بڑھایا جیتے ہیں، وہ حضرت مسیح اور انجیل کے متعلق تو جانتے ہیں لیکن قرآن اور اسلام کے قطعاً ناواقف ہیں۔ اسوزی عمودی مجلسوں میں تو عرب قومیت کی باتیں کرتا تھا لیکن اندر سے متصالحہ کردہ علوی تھا اور پابندی سے علوی مشائخ کو ذکاوت اور کوتاہی اور ان کے احکامات کی تنقید میں تیزی دکھاتا تھا، جہاں تک شیل کا تعلق ہے تو وہ پختہ فکر سماجی مبلغ تھا، اس کی تربیت فرانس کے مسیحی مبلغین نے کی تھی بعد میں وہ اسرائیلی وزیر اعظم گولڈ ماٹر کا داماد بن گیا، اسرائیلی اور عشق دونوں کی تاریخ رسوائیوں سے بھری ہوئی ہے دونوں نے اس پارٹی کو سوتا سوتا کرنے اور منصوبہ کے مطابق متعین مقاصد تک لے کے لے اٹری جوئی کا زور لگایا اور یہ تلخ حقیقت ہے کہ مغربی استعمار نے علق کے لئے جو رول متعین کیا تھا خصوصاً اٹلیں شامی کے پاپائے دم نے وہی نقشہ کھینچا ہے۔

یہ بھی واقعہ ہے کہ پارٹی کی تشکیل و دسترسازی اور عوامی سطح پر اس کے فعال و سرگرم اور بااقتدار ہونے کے بعد بائیس سال کے عرصہ میں عرب قوم پرستی کی بنیاد پر کسی عرب ملک کو ایک دھکے میں بڑھانے میں ناکام رہے اس میں ان میں مشیل علق کا نام سر پرست ہے، لیکن ان تمام کارناموں کے باوجود مشیل علق کے مجھے شام و عراق میں بحیثیت نصب کر کے گئے، علق نے اپنی زندگی کے آخری بیس سال عراق میں عبور و نشوونما کے طرح گزارے، عراقی حکومت کو کوئی کام علق کے منہ سے نہیں بچتا تھا۔

مصر و شام کے درمیان جو حد ہوتی وہاں تک کہ وہ ناکامی سے دوچار ہو گئی (باتی آئندہ)

مسجد اور مسلمان حقائق و ذمہ داریاں



اسلام اور مسلمان کے لفظی ابتداء ہزاروں سال پہلے سے ہے، اسی تک اس کے زیادہ قدیم لفظ بھی دوسرے دین یا فرقے کے لئے استعمال نہیں کیا گیا، تاہم تاریخ کے مستند اور باوثوق ذرائع میں کتب سماویہ کو مقدم مانا گیا ہے، اور اعلیٰ اعتبار سے قرآن میں اس تک کوئی تعریف یا تبدیل کی گنجائش سے انکار ہے، قرآن نے کہا: **وَمَلَأْنَا صِدْقًا مِنْ رَبِّكَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلِكَ**۔

یہ تمہارے باپ ابراہیم کا نسب ہے انھوں نے تمہارا نام سلیم رکھا ہے، زمانہ گزرتا گیا اور حضرت ابراہیم کے بعد انبیاء اور رسولین کا سلسلہ جاری رہا، کتب سماویہ کا نزول ہوتا رہا، اور مختلف مذاہب و موم ہوتے سے قدرت خداوندی نے آخر اس سلسلہ کو ختم کرنا چاہا تو خاتم النبیین کی بعثت ہوئی، اور مکہ معظمہ میں دعوت کا کام شروع ہوا تو لوگ انفرادی طور پر اللہ کی عبادت کرنے لگے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے عبادت کے لئے کے قریب ایک پیادھی پر خار جڑا رہا، تشریف لے جاتے تھے، کیونکہ عبادت گاہ کا تصور منتشر مذاہب کے اپنے اپنے طریقوں پر تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی کو اختیار کرتے تو وہ ایک فریق بن جاتے، بعثت کے بعد مکہ کے حالات ایسے نہیں تھے کہ مسلمانوں کی اجتماعیت کا کوئی مرکز مقرر ہو سکتا، کیونکہ مسلمان افراد پر کافی سختیاں اور مظالم گذار کی جانے لگی، اس کی بنا پر اللہ نے فریقوں کی جگہ ایک جماعت مقرر کرنے کی ضرورت تھی۔

اس غرض سے جگہ تلاش کی گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ کے متصل زمین مل گئی اس کو خرید کر مسجد کی بنیاد ڈالی گئی اور اس کی تعمیر میں کیا وصیہ پر کے ساتھ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر کی کام میں حصہ لیا۔ اور یہیں سے مسجد کا نام مقرر ہوا، جس کو آج کی اصطلاح میں بہت سے ناموں کا جو عذر قرار دیا جاتا ہے۔

۱۔ عمومی اجتماعی عبادت گاہ: اسلام کی سب سے پہلی غرض و غایت عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي** جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے، جب آؤ پیش کی غرض و غایت محض عبادت ہی ہے، اور وہ بھی خدا کے لئے، لا شریک لہ، تو اس غرض و غایت کو

انجام دینے کے لئے اسی مناسبت سے ایسی عبادت گاہ ہونا چاہیے جس میں مختلف جمہور یا مختلف ذرائع اور وسائل عبادت کے استعمال نہ ہو سکیں، اور وہ طریقہ صرف ناز ہے جس کی تفصیلات قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ اسلام کسی فرد یا شخص کی ذاتی فکر و عمل یا خواہش و تمنا پر مشتمل نہیں ہے، یہ تو ہی نوع انسانی کے ہر فرد کی فلاح و صلاح کے لئے ہے، اسی لئے عبادت میں شریک ہونے والوں میں عمومیت لابدی ہے، اور افراد کی کمزورتیاں ان کے اجتماع کو مستلزم ہے، تو پھر خدا کے وعدہ لا شریک لہ کی عبادت کے لئے مسجد کے علاوہ اور کوئی لفظ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ تعلیمی مرکز: تعلیمی مرکز کے بہت سے نام کتب مدرسا، پانچہ شالہ، بیت العلم، دارالعلوم، جامعہ یونیورسٹی، کالج، اسکول وغیرہ وغیرہ ان سب کے مجموعہ کا نام مسجد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مرکز مسجد ہی ہے وہی نزول کو دوسروں تک پہنچانا، ذمہ داری رسول کا حاصل کرنا، احکام دین سے باخبر ہونا، دینی مسائل کا جاننا اس پر عمل کرنے کے طریقے معلوم کرنا یہ سب اسی مرکز سے ہوتے ہیں، مسلمانوں کا شغف اس بارے میں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد سے کچھ دور ہی پر تھا اور اپنے کاموں میں شغولیت کی وجہ سے علی مرکز سے بھر لیا، فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے تو انھوں نے اپنے انصاری بھائی اور پڑوسی سے طے کیا کہ ایک دن مرکز علم میں وہ حاضر ہیں، اور دوسرے دن حضرت عمر، ہر شام کو دن بھر کی تعلیم دوسرے کو بتادیں، اس یونیورسٹی کے طالب علموں کا یہ حال تھا کہ غیر حاضر نہ ہو سکے، ہر نے تعلیمی مرکز کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کے وسیع معنوں میں صرف حصول علم ہی نہیں بلکہ تعلیم اور مدد سیکھنے کی ٹریننگ بھی شامل ہے، جس کے لئے ہماری اصطلاح میں ٹریننگ کالج کا لفظ ہے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر مسجد کی مرکزیت کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ حسب ضرورت علمین اور مدرسین کا انتخاب کر کے دوسرے علاقوں اور دوسرے علمی مراکز میں تعلیم و تدریس کا خدمت کے لئے بھی بھیجے۔

۳۔ دعوتی و تبلیغی مرکز: اسلام ایک آفاقی دین ہے، اور وہاں خلقت اللجن والانس الالیعبدون ہیں جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے، جب آؤ پیش کی غرض و غایت محض عبادت ہی ہے، اور وہ بھی خدا کے لئے، لا شریک لہ، تو اس غرض و غایت کو

انجام دینے کے لئے اسی مناسبت سے ایسی عبادت گاہ ہونا چاہیے جس میں مختلف جمہور یا مختلف ذرائع اور وسائل عبادت کے استعمال نہ ہو سکیں، اور وہ طریقہ صرف ناز ہے جس کی تفصیلات قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ اسلام کسی فرد یا شخص کی ذاتی فکر و عمل یا خواہش و تمنا پر مشتمل نہیں ہے، یہ تو ہی نوع انسانی کے ہر فرد کی فلاح و صلاح کے لئے ہے، اسی لئے عبادت میں شریک ہونے والوں میں عمومیت لابدی ہے، اور افراد کی کمزورتیاں ان کے اجتماع کو مستلزم ہے، تو پھر خدا کے وعدہ لا شریک لہ کی عبادت کے لئے مسجد کے علاوہ اور کوئی لفظ نہیں ہو سکتا۔

۲۔ تعلیمی مرکز: تعلیمی مرکز کے بہت سے نام کتب مدرسا، پانچہ شالہ، بیت العلم، دارالعلوم، جامعہ یونیورسٹی، کالج، اسکول وغیرہ وغیرہ ان سب کے مجموعہ کا نام مسجد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مرکز مسجد ہی ہے وہی نزول کو دوسروں تک پہنچانا، ذمہ داری رسول کا حاصل کرنا، احکام دین سے باخبر ہونا، دینی مسائل کا جاننا اس پر عمل کرنے کے طریقے معلوم کرنا یہ سب اسی مرکز سے ہوتے ہیں، مسلمانوں کا شغف اس بارے میں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکان مسجد سے کچھ دور ہی پر تھا اور اپنے کاموں میں شغولیت کی وجہ سے علی مرکز سے بھر لیا، فائدہ نہ اٹھا سکتے تھے تو انھوں نے اپنے انصاری بھائی اور پڑوسی سے طے کیا کہ ایک دن مرکز علم میں وہ حاضر ہیں، اور دوسرے دن حضرت عمر، ہر شام کو دن بھر کی تعلیم دوسرے کو بتادیں، اس یونیورسٹی کے طالب علموں کا یہ حال تھا کہ غیر حاضر نہ ہو سکے، ہر نے تعلیمی مرکز کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کے وسیع معنوں میں صرف حصول علم ہی نہیں بلکہ تعلیم اور مدد سیکھنے کی ٹریننگ بھی شامل ہے، جس کے لئے ہماری اصطلاح میں ٹریننگ کالج کا لفظ ہے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر مسجد کی مرکزیت کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ حسب ضرورت علمین اور مدرسین کا انتخاب کر کے دوسرے علاقوں اور دوسرے علمی مراکز میں تعلیم و تدریس کا خدمت کے لئے بھی بھیجے۔

۳۔ دعوتی و تبلیغی مرکز: اسلام ایک آفاقی دین ہے، اور وہاں خلقت اللجن والانس الالیعبدون ہیں جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے، جب آؤ پیش کی غرض و غایت محض عبادت ہی ہے، اور وہ بھی خدا کے لئے، لا شریک لہ، تو اس غرض و غایت کو

جمع ہوتے تھے اور صبح کرام محل کراہی رہتے تھے۔ جودہ احمد میں مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنا یا باہر نکل کر صبح آرا ہونا، اختلاف رائے کے باوجود مسجد کی بنیاد فیصلہ ہوا۔

عزوة خندق میں دفاع اور حفاظت کی لشکروں پر غور و خوض مسجد میں ہوا، عزوة تبوک کا اعلان اور امیں شکر کار کی ترتیب مسجد میں طے ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر نے بھی جیش اسرار کو مسجد سے ہی رخصت کیا اور جسٹے بھی فیصلے کئے، مسجد میں صحابہ کرام کے مشورہ سے کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو "اصلاً جامعہ" کی مدد لی جاتی اور صحابہ کرام مسجد میں جمع ہو کر رائے دیتے، ایک عورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اعتراض کیا تھا، کہ جب وہ مہر کی تحدید کرنا چاہتے تھے تو اس کی رائے کو آپ نے قبول کیا کیا آج کی ترقی یافتہ دور کی پارلیمنٹ میں عوام میں کسی کو حق ہے کہ حاکم کے خلاف صلے حق بلند کرے، اس کا موقع ہرگز نہیں ہے، چچائیکہ ایک فرد کی رائے پر حق کو تسلیم کر لیا جائے۔

۹۔ صدر دارتی محل : خلیفہ وقت کے درکار کی کوئی اہمیت نہیں تھی، مسجد ہی وہ جگہ تھی جہاں صدر یا خلیفہ وقت کا دیوان یا مجلس ہوتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں فارس کا ایک ایٹمی سفیر ایک پیغام کے ساتھ مدینہ وارد ہوا۔ اس نے بادشاہ کے محل کو معلوم کرنا چاہا تو اس کو بتایا گیا کہ ہمارے یہاں نہ بادشاہ ہے نہ محل اس کو تعجب تو خور رہا، مگر اپنا کام انجام دینے کے لئے سربراہ کی کتابت یا خط وغیرہ شخصیت کے بارے میں معلوم کیا اور امیر المؤمنین کا لفظ اسکو ملا، اس نے ان کی جگہ کے بارے میں دریافت کیا تو اس سے کہا گیا کہ مسجد پوچھتا ہوا ہونا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ معمولی سی عمارت شاہی محل ہے۔ خیر! امیر المؤمنین وہاں موجود نہیں تھے، اور پھر وہ تلاش میں مدینہ کے باہر باغات میں گیا جہاں فرخ زین پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آرام فرماتے تھے، دیکھ کر حیران نہ گیا اور بے ساختہ اس کے منہ سے یہ کلمات نکلے : ملک اللہ فانت نعمت، آپ نے سلطنت کی تو انصاف کیا اور پھر عفت ہو کر سونگے اس کے بعد اپنے بادشاہ پر طنز کیا۔

۱۰۔ مسجد کی عمومی حیثیت : یہاں تک جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ

عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے دور کا نقشہ ہے مسجد کی یہ جامعیت جب حضرت علی نے دارالافتاء مدینہ سے کوڈ منتقل کیا اور حضرت معاویہ نے شام میں دمشق کو دارالافتاء قرار دیا تب بھی یہ تمام امور مسجد سے جھکے پاتے تھے، یہاں تک کہ سنت ۳۳ میں جب حضرت حسن نے حضرت معاویہ کی بیعت کر لی تو صرف دمشق ہی پانہ تخت بن گیا اور مسجد کی اہمیت اس کی طرح برقرار رہی، حضرت معاویہ نے پے در پے چند شہادت کے واقعات کے بعد مسجد میں ایک حجرہ بناوایا تاکہ خلیفہ وقت پر آسانی سے وارد کیا جاسکے، مسجد کی اہمیت قائم رہی اور امام جمعہ اور عیدین اور دوسرے پنجگانہ اوقات میں کئی گھنٹے امیر المؤمنین ہوتے تھے یا ان کے نائبان میں ان کی طرف سے مقرر کردہ شخصیت، رفتار زمانہ نے اگرچہ ساجد کو سرکاری کاموں سے الگ کر دیا، مگر پھر بھی عوامی اجتماعات اور دینی کاموں کے لئے مسجد کا مقام باقی رہا، مدارس مساجد ہی میں ہوتے تھے اور دینی مواظف وغیرہ کے لئے مساجد کا ہی استعمال ہوتا تھا، حرم کی حرمت مسجد ہی میں پچاس سال قبل تک درس و تدریس کا کام ہوتا رہا، اور تیسری صدی کی آخری دہائی تک مکہ مکرمہ میں کوئی منظر درس گاہ نہیں تھی۔ بڑے بڑے محدثین علماء فقہاء حرم کی اور حرم نبوی میں درس دیتے تھے، جس میں ہر شخص کو شرکت کا موقع ملتا تھا، مگر عظیم پہلا منظر مدرسہ مدرسہ صولتیہ ہے، جو ۱۲۹۱ھ میں قائم ہوا، اس کے باوجود حرم میں تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ چودھویں صدی کے دوسرے نصف میں مکہ میں سرکاری اسکول اور پھر کالج اور آخر میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔

جامعہ زہر مصر میں اور جامعہ زیتون مغرب اسی میں سب سے پہلی یونیورسٹیاں بنیں جن کی بنیاد سالہ برسی منائے ہوئے پھر نصف صدی گذر چکی ہے، وہاں بھی درج تدریس کا نظام، وہی مسجد میں علماء کا درس دینا تھا، جامعہ زہر میں ۱۹۲۵ء میں شیخ مصطفیٰ مراغی نے تنظیم شروع کی اور باقاعدہ کلاس ابتدائی ثانوی، عالیہ اور تخصص جاری کئے اور ۱۹۳۰ء تک دونوں نظام مسجد میں تعلیم اور مختلف مراحل کے نظام تعلیم برابر جاری ہے، پہلے نظام کو ترمیم عام اور دوسرے کو ترمیم نظام کہا جاتا ہے اب عرب مختلف کالج اور ڈیپارٹمنٹ کا نظام ہے۔

احترام مسجد : مسجد کی عظمت اور احترام کے

بیشتر ظہور وری ہے مسجد کو پاک صاف رکھا جائے اور کسی قسم کی بھی نجاست خدات سے ان کی حفاظت کی جائے، مسجد نبوی میں جب فرس نہ تھے تو اس وقت بھی حکم تھا کہ مسجد میں تھکا تھا، اس وقت بھی حکم تھا کہ مسجد میں تھکا نہ جائے اور اگر ایسا ہو جائے تو اس کا حق ہے کہ اس کو دفن کر دیا جائے۔ مسجد اسی چیز میں لکھا کر نہ داخل ہوں جن سے مندر سے بدبو آتی ہو، جیسے لہسن مولیٰ وغیرہ، مسجد میں بلند آواز سے بات نہ کی جائے، چہ جائیکہ لڑائی جھگڑا کیا جائے۔ مسجدوں کو بازار یا منڈی نہ قرار دیا جائے جہاں بیع و شراہ ہوتا ہے، مسجد میں کوئی گمشدہ چیز کو نہ تلاش کیا جائے، اور نہ اس کا اعلان کیا جائے، ایک عراقی اپنی دشمنی تلاش کرنے مسجد میں آیا تو آگے نہ بڑھا، لا راد اللہ حسانتک، اللہ تعالیٰ تمہاری گمشدہ اڑھنی نہ لوٹائے۔ ساتھ ہی مسجد میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو عبادت میں خلل انداز ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "مسجد میں اس لئے نہیں تیار کی گئیں کہ لئے بنائی گئی ہیں۔" یہ عالم تھا تمام مساجد کے لئے ہے چاہے چھوٹی ہو یا بڑی جامع مسجد ہو یا محلہ کی مسجد یا شہر کی ہو یا دیہات کی، اور نقبات کی مسجد یا مسجد پھر محل مسجد ہی ہے۔

مساجد کا تحفظ اور آبادی : مساجد کے ساتھ صرف عمارت ہی کا تصور نہیں، بلکہ اس کے ساتھ مسجد کو آباد رکھنا اور اس کی حفاظت بھی لازمی ہے۔ مسجد کی آبادی ظاہر ہے کہ اس میں بیچکانہ نماز باجماعت اور دیگر عبادت کے لئے اس کا استعمال ہے، مساجد کی اس وقت بہ لحاظ عمارت کے کمی نہیں ہے لیکن مسجد کی آبادی کو بحیثیت اقامت صلوة میں مسلمانوں کی کوتاہی ہے، کسی شاعر نے کہا ہے : مسجد کو بنانی شب بھر میں ایمان کی حرارت اوزن من پنا پنا پنا پنا پی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا مساجد کو اگر کوئی چھوڑ دیا جائے اور اس میں خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت نہ کی جائے تو خطرہ ہے کہ آس پاس والوں کے لئے باعث عذاب نہ بن جائے ہماری بہت سی آفتیں شاید ایسی لئے ہیں کہ ہر نے مساجد کی آباد کاری سے غفلت برتی ہے اور اس کی ذمہ داری دوسروں پر ڈالتے ہیں، مساجد کی ذمہ داری صرف مسلمانوں پر ہے، مشرکین کو اس کی اجازت نہیں کہ وہ مسجد کی ذمہ داری میں شریک ہوں۔

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے شمال میں چار سو چوبیس کوہیٹ کے فاصلے پر واقع ہے، اس کے مغربی جانب ایک سو تیس میل کے فاصلے پر منڈ اور اس علاقہ کا مشہور بندر گاہ، مینورہ ہے مدینہ منورہ مکہ اور شام کے درمیان راستہ کے تقریباً وسط میں واقع ہے، اس کا طول البلد تقریباً ۲۹ ہے جو مکہ مکرمہ کا ہے یعنی ۲۹۔ درجہ مشرقی البلد اس کا عرض البلد ۲۲ درجہ شمالی ہے جبکہ مکہ مکرمہ کا ۲۱ درجہ شمالی ہے۔

میشرب : اس شہر کا سابق نام میشر تھا جو اصل اس کے مغربی حصہ کی ایک تسی کا نام تھا، جو پورے شہر کے لئے استعمال ہوتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے اس شہر کو اپنا وطن بنا لینے کے بعد مدینہ الرسول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر کہلایا جانے لگا، اور یہیں آپ کی قبر مبارک اور آپ کی بنائی ہوئی مسجد ہے اس شہر کو بھی آپ نے اللہ کے حکم سے حرم قرار دیا ہے اور اسلام کے تین مقدس ترین شہروں میں سے ایک قرار پایا، پہلا شہر مکہ مکرمہ دوسرا یہ شہر، اور تیسرا بیت المقدس اس شہر میں ایک ٹیٹی کا قباب ہزار تین سو تیس قرار پایا ہے۔

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے عکس سرسبز و شاداب اور ایک ندرت ہے اس شہر کے مختلف اطراف میں باغات ملتے ہیں، جن میں کھجور، انار، سیب اور دوسرے پھل کافی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں اور اس کی زمینوں میں کھیتی باڑی کی جاتی ہے، کاشت کئی کئی سو فیٹ ہوتی ہے، اس کی آبپاشی آب و ہوا کے مقابلے میں مختلف رستی سے یعنی اگر کسی میں گرم اور سردیوں میں سرد و بھلاں مکہ مکرمہ کے چہل گوی تودینہ منورہ کی طرح یا اس سے لگے ہوتی ہے اور سردیوں میں سردی ہلی ہوتی ہے اس فرق کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی طرح یہاں بولے گھرا ہوا نہیں ہے، دوسرے یہ کہ مختلف سمتوں سے باغات گھیرے ہوئے ہیں، تیسرے یہ کہ وہ سطح سمندر سے ۲۰ ہزار فٹ بلند ہے، یہ شہر مجازاً تہا بہر سردی پر واقع ہے اس لئے مشرق میں ہمارا کاپہاڑی سلسلہ مغربی میں تہا

مدینہ منورہ



مولانا محمد رفیع حسینی ندوی

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے شمال میں چار سو چوبیس کوہیٹ کے فاصلے پر واقع ہے، اس کے مغربی جانب ایک سو تیس میل کے فاصلے پر منڈ اور اس علاقہ کا مشہور بندر گاہ، مینورہ ہے مدینہ منورہ مکہ اور شام کے درمیان راستہ کے تقریباً وسط میں واقع ہے، اس کا طول البلد تقریباً ۲۹ ہے جو مکہ مکرمہ کا ہے یعنی ۲۹۔ درجہ مشرقی البلد اس کا عرض البلد ۲۲ درجہ شمالی ہے جبکہ مکہ مکرمہ کا ۲۱ درجہ شمالی ہے۔

میشرب : اس شہر کا سابق نام میشر تھا جو اصل اس کے مغربی حصہ کی ایک تسی کا نام تھا، جو پورے شہر کے لئے استعمال ہوتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے اس شہر کو اپنا وطن بنا لینے کے بعد مدینہ الرسول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر کہلایا جانے لگا، اور یہیں آپ کی قبر مبارک اور آپ کی بنائی ہوئی مسجد ہے اس شہر کو بھی آپ نے اللہ کے حکم سے حرم قرار دیا ہے اور اسلام کے تین مقدس ترین شہروں میں سے ایک قرار پایا، پہلا شہر مکہ مکرمہ دوسرا یہ شہر، اور تیسرا بیت المقدس اس شہر میں ایک ٹیٹی کا قباب ہزار تین سو تیس قرار پایا ہے۔

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کے عکس سرسبز و شاداب اور ایک ندرت ہے اس شہر کے مختلف اطراف میں باغات ملتے ہیں، جن میں کھجور، انار، سیب اور دوسرے پھل کافی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں اور اس کی زمینوں میں کھیتی باڑی کی جاتی ہے، کاشت کئی کئی سو فیٹ ہوتی ہے، اس کی آبپاشی آب و ہوا کے مقابلے میں مختلف رستی سے یعنی اگر کسی میں گرم اور سردیوں میں سرد و بھلاں مکہ مکرمہ کے چہل گوی تودینہ منورہ کی طرح یا اس سے لگے ہوتی ہے اور سردیوں میں سردی ہلی ہوتی ہے اس فرق کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی طرح یہاں بولے گھرا ہوا نہیں ہے، دوسرے یہ کہ مختلف سمتوں سے باغات گھیرے ہوئے ہیں، تیسرے یہ کہ وہ سطح سمندر سے ۲۰ ہزار فٹ بلند ہے، یہ شہر مجازاً تہا بہر سردی پر واقع ہے اس لئے مشرق میں ہمارا کاپہاڑی سلسلہ مغربی میں تہا

کی میدان پٹی ہے۔ اور یہ خود اپنے جلنے وقوع کے لحاظ سے مجازی شہر سمجھا جاتا ہے، جب تک مکہ مکرمہ ہی شہر سمجھا جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں شہروں سے تعلق کی وجہ سے اس لئے مجازی اور تہائی دونوں لقب سے خطاب کیا جاتا ہے۔

مسجد نبوی : شہر کے تقریباً وسط میں قرینہ مستطیل شکل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشاہد مسجد ہے، اس مسجد کے مشرقی پہلو اور جنوبی سر پہ روضہ اطہر ہے، مسجد کے منبر اور صفوں کے مابین مسجد کی موجودہ مسجد کا ایک اہم جزو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اصل مسجد تھا بڑی فضیلت بتائی گئی ہے، اس کو آپ نے روضۃ من ربیاض الجنۃ "جنت کے باغوں میں سے ایک باغ فرمایا ہے، آپ کی قبر مبارک حضرت عائشہ کے حجرے میں ہے جس کو سلمان روضہ نبوی سے تعبیر کرتے ہیں، یہ حجرہ مسجد نبوی کے قبلہ کی جانب بائیں پہلو سے بالکل وابستہ ہے، اس حجرہ کے شمالی جانب دوسرا حجرہ اور اس کے بعد اصحاب صفہ کا چبوترا ہے موجودہ مسجد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد سے بہت زیادہ وسیع ہو چکی ہے، مسجد بہت زیادہ خوبصورت اور پرشکوہ ہے۔

یہ مسجد مدینہ منورہ کی سب سے متبرک اور عظیم نشان تاریخی یادگار اور اسلام میں تیس درجہ کی مسجد ہے، پہلی مسجد حرام، دوسری مسجد یہی مسجد ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد میں ایک ندرت کی فضیلت ہزار ہا نذرانے مساوی بتائی ہے، فرمایا : صلوة فی مسجدی فی هذا النحر کفی من الف صلوة فی مسواة الا لاصحیحہ الحکام (سلم) یہ درمیان شہر میں واقع ہے اس کے جنوب مشرق میں ایک شاندار کتب خانہ بنا ہوا ہے، جس پر سونے کی پائی کا رنگ چڑھا ہوا ہے، اور بہت خوبصورت نقش و نگار ہیں، مسجد کی دیواریں آیتوں اور حدیثوں اور اللہ و رسول کے ناموں سے مزین ہیں۔ مسجد کا صحن بڑا وسیع اور کھلا ہوا ہے

شہر میں اس میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں بطور فرش بھی ہوتی تھیں، لیکن اب سنگ مرمر سے ساری زمین ڈھک دی گئی ہے، مسجد کے بالائے مینار کا فوس اور مانی شاقا لیبنا سے آراستہ ہیں۔

ہجرت کے پہلے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ مکہ اپنے دست مبارک سے اس مسجد کی تعمیر کی، اس کے لئے وہی جگہ عین زمانی میں جگہ ہجرت کے موقع پر آپ کی اونٹنی ٹھہری تھی، آپ نے اس کو اپنی پر چھوڑ دیا تھا کہ اللہ کے حکم سے یہ جہاں چھوڑے گا وہاں آپ قیام فرمائیں گے، جس جگہ چھوڑی تو آپ مدینہ مقیم ہوئے، اور وہیں آپ نے مسجد تعمیر فرمائی، یہ مسجد جس زمین پر تعمیر ہوئی وہ آپ نے اس کے بالوں سے قیمت ادا کر کے حاصل کی۔

ہجرت کے ساتویں سال نبی کریم صلی اللہ نے اس مسجد میں کچھ اضافہ فرما کر مربع شکل میں خود کیا، اس کے بعد روضہ میں حضرت عثمان اس کی موت فرمائی اور کچھ اضافہ بھی فرمایا، اس وقت تک مسجد کے ستون کھجور کے تنوں اور چھت کھجور کے تنوں کی بنائی تھی، مشرق میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی از سر نو تعمیر کروائی اور اس کی دیواریں اور کھجور اور چھت کے بنوائے اور چھت سائیکو لکھی پتھر اور چھت کے بنوائے اور چھت سائیکو کی لکڑی کی کروائی اور مسجد میں مزید اضافہ کروایا

یہ اضافہ قبلہ کی جانب اور دائیں طرف اور نمازوں کی پشت کی جانب تھا بائیں جانب حضور کا حجرہ شریف تھا، جس میں قبر شریف ہے اس کی اس طرف اضافہ نہیں کیا گیا، حضرت عثمان کے بعد ولید بن عبدالملک کے اضافوں میں کئی اہمات المؤمنین کے مکانات مسجد نبوی میں شامل کئے گئے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مکان، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے قبلہ جانب تھا، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اضافوں میں جو انھوں نے قبلہ جانب کیا تھا شامل مسجد ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے دائیں جانب مسجد تھی اور بائیں جانب بعض دوسری اہمات المؤمنین کے مکانات تھے بائیں جانب کے بعض مکانات ولید بن عبدالملک کے اضافوں میں شامل مسجد نبوی ہوئے، اور صرف یہی نہیں بلکہ نود حضرت عائشہ کا حجرہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ہے، مسجد نبوی کے اندر لایا اور اس کے قبلہ جانب اور بائیں جانب کے قطعے مسجد نبوی کے دلائوں میں تبدیل ہو گئے، اس کے بعد خلفاء اور بادشاہ اپنے اپنے دور میں اضافہ اور درست کرنے نے لیکن ولید بن عبدالملک کے عرصہ میں شہر مجازاً تہا بہر سردی پر واقع ہے اس لئے مشرق میں ہمارا کاپہاڑی سلسلہ مغربی میں تہا

